جناب شروت صولت

شمالی قفقاز اور داغستان کی تاریخ پر ایک نظر

(دوسری اور آخری قسط)

ترکوں کی شکست نے قفقاز کی صورتِ حال کو بالکل بدل دیا۔ انگریزوں کے مسلسل دباؤ کی وجہ سے، جیسا کہ علی فواد جبہ صوئے[۱] نے اپنی کتاب "موسکو واخاطرلری" میں لکھا ہے "توفیق پاشا کی کابینہ قفقاز سے فوج بلانے پر مجبور ہوگئی۔" اس کے باوجود شمالی قفقاز کے حریت پسندوں نے جنرل ڈے نیکن کے سفید روسیوں اور سرخ فوج دونوں سے مقابلہ جاری رکھا۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۸ء کو نجم الدین چرموئے کی حکومت مستعفی ہوگئی اور نجم الدین کو پیرس میں ہونے والی امن کانفرنس میں بھیجے جانے والے وفد کا سربراہ مقرر کر دیا گیا۔ نجم الدین کی جگہ پشیما ہو کوسوک (PSHIMAHO KOSOK) کو صدر منتخب کیا گیا۔ نئی حکومت نے تمام وسائل سے کام لے کر جنگ جاری رکھی۔ شمالی قفقاز کے مجاہد بڑی بے جگری سے جنگ کر رہے تھے۔ رستے بند ہو جانے کی وجہ سے ہتھیاروں کی آمد بھی بند ہوگئی تھی اور اب وہ صرف بندوق اور تلوار سے ایک ایک چپے پر دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے۔ جنوری ۱۹۱۹ میں جب ہر طرف برف ہی برف نظر آتا تھا، انھوں نے کزاوت (KAZAVAT) کے میدان میں کئی دن تک جنگ کی اور ایک ایک کر کے سارے مجاہد شہید ہوگئے۔ الخان یورت (ALHANYURT) میں سات دن اور سات رات جنگ جاری رہی جس کے بعد قومی دستے ویدینو (VEDENO) کی طرف پسپا ہوگئے۔ ان جنگوں میں عورتوں نے بھی حصہ لیا اور شہادت حاصل کی[۲]۔ فروری

---

[۱] جنرل علی فواد جبہ صوئے ترکی کے ایک ممتاز سپہ سالار تھے جنھوں نے جنگِ عظیم اور ترکی کی جنگِ آزادی کے زمانے میں اہم خدمات انجام دیں۔ ۱۹۲۰ء میں ان کو روس میں ماسکو کا سفیر مقرر کیا گیا تھا۔ وہ کئی کتابوں کے مصنف تھے جن میں ماسکو کی یادداشتیں اور جنگِ آزادی کی یادداشتیں اہم ہیں۔

[۲] تورک کلتورو، شمارہ ۲۱، جولائی ۱۹۶۴ء، مضمون شمالی قفقاز کی متحدہ جمہوریت

۱۹۱۹ء میں سفید روسی ولادی قوقاز اور گروزنی پر اور کبروستان کے بعض حصوں پر جو روسی کمیونسٹوں کے پاس تھے، قابض ہو گئے۔ طرح بیں چیچن انگش قبائل نے سخت مزاحمت کی اور اپریل کا پورا مہینہ جنگ میں گزر گیا۔ مئی ۱۹۱۹ء میں سفید روسیوں نے بندر پیٹروفسک بھی فتح کر لیا۔ قوم پرستوں کی اس ناکامی نے ایک نیا بحران پیدا کر دیا اور ۱۲ جون ۱۹۱۹ کو کوسوک کی حکومت نے استعفیٰ دے دیا۔ ان کی جگہ وزیر جنگ میکائل خلیل کو حکومت کا سربراہ بنایا گیا۔ لیکن میکائل خلیل سفید روسیوں کا کٹھ پتلی تھا اس لیے قوم پرستوں نے اس کو غدار قرار دیا اور اس کی حکومت تسلیم نہیں کی۔ شمالی قفقاز کی پارلیمنٹ کے کئی ممبروں نے گرجستان میں پناہ لی اور وہاں سے آزادی کی جنگ جاری رکھی۔ اگست تک یہ حالت ہو گئی کہ مختلف محاذوں کے درمیان رابطہ بھی ختم ہو گیا اور پارلیمنٹ کا اجلاس بلانا بھی ممکن نہیں رہا۔ حکومت کے ارکان یکے بعد دیگرے مستعفی ہونے لگے۔ داغستان میں بہرحال اب بھی ایک ممتاز عالم دین مفتی نجم الدین گوت ستلی (GOTSATLI) جن کو روسی میں گوتنسکی (GOTINSKY) لکھا جاتا ہے اور چیچن انگش علاقے میں اوزدن حاجی جنگ جاری رکھے ہوئے تھے۔ جنرل دے نیکن کے الفاظ میں "شمالی داغستان پر قبضہ کر لیا گیا تھا لیکن ابھی وہاں امن قائم نہیں ہوا تھا۔"

جنرل دے نیکن کو شمال میں کمیونسٹوں سے جنگ کرنے کے لیے آدمیوں اور رقم کی ضرورت تھی۔ اس کے لیے اس نے شمالی قفقاز کے لوگوں کو جو زار کے دور میں فوجی خدمات سے بری تھے زبردستی فوج میں بھرتی کیا اور ان کو مجبور کیا کہ وہ زیادہ سے زیادہ غلّہ، رسد، گھوڑے، اسلحہ وغیرہ فراہم کریں۔ سفید روسیوں نے ان احکام پر عمل کرانے کے لیے تشدد اور لوٹ مار سے بھی کام لیا، نتیجہ یہ نکلا کہ پورے شمالی قفقاز میں ایک بار پھر بغاوت پھوٹ نکلی۔ پہاڑی علاقوں سے روسیوں کا خاتمہ کر دیا گیا اور ان سے جو اسلحہ چھینا گیا اس سے داغستانی باشندوں کو مسلح کیا گیا۔ بغاوت کا مرکز انتہائی دشوار گزار پہاڑوں میں تھا اور جنگ کی نگرانی مجلس دفاع کے سپرد تھی جو شمالی قفقاز کی مجلس کے ارکان اور نام نہاد سوشلسٹ گروپ کے ارکان پر مشتمل تھی۔ اس طرح سارا شمالی قفقاز سفید روسیوں سے آزاد کرا لیا گیا تھا۔ دربند پر بھی قبضہ کر لیا گیا۔ سفید روسی صرف گروزنی اور کوہستانی علاقے کے دامن میں واقع نشیبی علاقوں میں باقی رہ گئے۔ جنرل دے نیکن کو اب اپنی غلطی کا اندازہ ہوا اور اس نے شمالی قفقاز کی آزادی تسلیم کر لی۔ اس کے نائب جنرل اردیلی (ERDELI) نے جو

"تیرک داغستان" علاقہ کا گورنر جنرل تھا، جنوب میں گرجستان (جارجیا) کی طرف پسپا ہوتے ہوئے اعلان کیا کہ شمالی قفقاز کے باشندوں کی آرزوؤں کے مطابق کبردی، آسی، انگش اور چیچن باشندوں کے علاقوں کو میک (Kumyk) سطح مرتفع، سلاتاویا (SALATAVIA) اور داغستان کے علاقوں پر مشتمل ایک ایک متحدہ ریاست قائم کی جائے گی ۳ے لیکن اب وقت گزر چکا تھا۔ مسلسل جنگوں سے سفید روسی بھی کمزور پڑ گئے تھے اور شمالی قفقاز کے باشندے بھی نیم جان ہو چکے تھے۔ جنرل دے نیکن کو جب جنوری ۱۹۲۰ء میں شمال میں کمیونسٹوں کے مقابلے میں شکست ہوگئی تو کمیونسٹوں نے داغستان کا رخ کیا۔ روسی کمیونسٹوں نے اگرچہ زار کی محکوم قوموں کو آزادی دینے کا اعلان کر رکھا تھا، لیکن وہ آزادی دینے سے قبل زار کی پوری سلطنت پر تسلط حاصل کرنا ضروری سمجھتے تھے تاکہ ان سے آزادی کا سودا سینے پہ بندوق رکھ کر کیا جائے۔ شمالی قفقاز کے باشندے ان کی اس چال کو سمجھتے تھے اس لیے انھوں نے کمیونسٹوں کا بھی مقابلہ کیا۔ قفقازی حریت پسندوں نے پہاڑی علاقے میں ان کی فوج کو گھیر لیا اور کئی خون ریز معرکوں کے بعد ۲۵ فروری ۱۹۲۰ء کو ان کو ختم کر دیا۔ حریت پسندوں کی سخت مزاحمت کو دیکھتے ہوئے کمیونسٹوں نے اپریل ۱۹۲۰ء میں جنرل سمیرنوف (SEMIRNOV) کے ذریعے ذیل کا پیغام بھجوایا:

"عظیم شامل کے فرزندو! آپ کے اجداد نے آزادی کی خاطر زار روس کے خلاف جو عظیم قربانیاں دے کر جنگیں لڑی ہیں ہم ان سے واقف ہیں۔ ہم نے سفید روسیوں کے باغی دستوں سے تمھاری جنگ پوری توجہ سے دیکھی۔ ان لڑائیوں میں آپ نے ثابت کر دیا کہ آپ امام شامل کی حقیقی اولاد ہیں۔ سوویت حکومت آپ کی آزادی کو تسلیم کرتی ہے۔ اپنی زندگی جس طرح چاہو منظم کرو۔"

لیکن کمیونسٹ ایک طرف وعدوں کا فریب دے رہے تھے اور دوسری طرف دھمکیاں دے رہے تھے۔ ۶ مئی ۱۹۲۰ء کو جب حریت پسندوں نے نئی صورت حال پر غور کرنے کے لیے

۳ے اسٹڈیز آن دی سوویٹ یونین، ۱۹۷۱ء، شمارہ ۱ مضمون شمالی قفقاز بحوالہ کتاب قفقاز اور انقلاب روس از حیدر بامات ص ۵۱-۵۳۔ یہ کتاب فرانسیسی زبان میں ہے اور ۱۹۲۹ء میں پیرس سے شائع ہوئی تھی۔ حیدر بامات آذربائیجان کے ممتاز حریت پسند رہنما تھے۔

قایش یورت (KAYISH YURT) میں قورلتائی بلائی تو کمیونسٹ روسیوں نے اس کو منتشر کرنے کے لیے حملہ کر دیا جسے فوراً پسپا کر دیا گیا۔ قورلتائی میں ترکی سے آنے والے عزیز میکر (MEKAR)، اسماعیل برقوق اور مصطفےٰ شاہین نے بھی حصہ لیا۔ آخر میں فیصلہ ہوا کہ آزادی حاصل کرنے تک جنگ جاری رکھی جائے۔ امام شامل کے بیٹے کامل پاشا کو ترکی اطلاع دی گئی کہ وہ جنگ کی قیادت کریں، لیکن وہ بیمار ہونے کی وجہ سے نہیں آئے اور اپنے لڑکے سعید شامل کو قفقاز بھیج دیا۔ چنانچہ شمالی قفقاز میں سعید شامل کی قیادت میں ایک بار پھر جنگ نے زور پکڑ لیا۔ تقریباً ایک سال تک خون ریز معرکے ہوئے۔ چرکس جنرل سلطان قلیچ گیرائی نے جن کو طفلس سے مجلسِ دفاع نے بھیجا تھا، پہاڑی علاقوں سے کمیونسٹوں کو بے دخل کر دیا اور مائیکوپ منیرالنی وودی (MINERALNYE VODY) تک جنگ پھیلادی جو شمال کے نشیبی علاقوں میں واقع ہیں۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو حریت پسندوں نے اراکان کی گھاٹی میں کئی ہزار روسی فوجیوں کا صفایا کر دیا اور چار توپوں، ۲۸ مشین گنوں کو چھین لیا۔ اس حادثے کی وجہ سے روسی اس وادی کو وادیٔ موت کہنے لگے۔[۵] ۱۹۲۱ء کے اوائل میں داغستان میں جنگ زیادہ سنگین ہو گئی اور روسی کمیونسٹ نویں، دسویں اور گیارھویں فوجوں کو میدان میں لانے پر مجبور ہو گئے، لیکن اس کے بعد مدافعت کمزور پڑتی چلی گئی۔ اپریل ۱۹۲۰ء میں روسی آذربائیجان پر قابض ہو چکے تھے، اس کے بعد اس سال آرمینیہ پر اور فروری ۱۹۲۱ء میں گرجستان پر ان کا تسلط مستحکم ہو گیا۔ اب شمالی قفقاز ہر طرف سے گھر چکا تھا۔ جون ۱۹۲۱ء تک منظم مقاومت ختم ہو گئی۔

مفتی نجم الدین ۱۹۲۴ء تک پہاڑوں میں روپوش رہے، اس کے بعد انھوں نے خود کو سپرد کر دیا۔ شہر گروزنی میں عوام نے ان کا پرجوش خیرمقدم کیا اور روسیوں نے فوجی اعزاز سے استقبال کیا۔ اس کے بعد ان کو ماسکو روانہ کر دیا گیا۔ لیکن ریل گاڑی ابھی روستوف پہنچی تھی کہ روسی خفیہ پولیس نے ان کو قتل کر دیا۔ جنرل سلطان قلیچ گیرائی گرجستان کے راستے ترکی پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن چوبیس سال بعد جب وہ ۱۹۴۵ء میں آسٹریا میں تھے تو دوسری عالمگیر جنگ کے خاتمے پر برطانوی

---

[۵] برسبیل یلٔے طوغان نے یہ تفصیل روسی مصنف A. TODORSKY کی روسی کتاب "سرخ فوج کوہستانوں میں: داغستان میں فوجی کاروائیاں" مطبوعہ ماسکو ۱۹۲۵ء کے حوالے سے دی ہیں۔

فوجوں نے روسیوں کے سپرد کر دیا۔ ان کا قصور صرف اتنا تھا کہ ان کے ساتھ کئی ہزار داغستانی پناہ گزین تھے جنھوں نے جرمنوں کی قفقاز میں پسپائی کے بعد وطن چھوڑ دیا تھا۔ سلطان قلیچ کو ماسکو میں سزائے موت دی گئی، حالاں کہ وہ روسی شہری نہیں تھے اور قفقاز چھوڑنے کے بعد انھوں نے بیشتر زندگی مغرب میں گزاری تھی۔

جیساکہ بتایا جاچکا ہے کہ ۱۸۶۵ء اور ۱۹۱۷ء کی درمیانی مدت میں شمالی قفقاز کے مسلمانوں میں ایک ایسا جدید تعلیم یافتہ طبقہ پیدا ہوگیا تھا جو مغربی افکار سے متاثر تھا۔ اس طبقے میں وہ لوگ بھی تھے جو خود کو سوشلسٹ کہتے تھے۔ شمالی قفقاز کے مسلمانوں میں سوشل ازم کے علم بردار نوجوانوں کی تعداد برائے نام تھی اور جب اشتراکی انقلاب کے بعد مسلمانوں نے آزادی کی جدوجہد شروع کی تو اس میں یہ طبقہ بھی شامل تھا اور اس کے بعض رہنما مرکزی مجلس میں بھی شامل تھے اور تحریکِ آزادی کا بایاں بازو تصور کیے جاتے تھے۔ درپردہ ان کا تعلق روسی کمیونسٹوں سے تھا اور روسی ان کے ذریعے سے اپنی سازشوں کا جال پھیلاتے رہے تھے لیکن انھوں نے اپنے اس تعلق کو چھپائے رکھا۔ جب شمالی قفقاز اور سفید روسیوں کے درمیان جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا تو ان سوشلسٹ عناصر نے سفید روسیوں کے مقابلے میں قفقازی تحریکِ آزادی کا کھل کر ساتھ دیا۔ ان سوشلسٹوں کا پروگرام بھی تقریباً وہی تھا جو شمالی قفقاز کی قولتائی نے طے کیا تھا۔ وہ بھی شمالی قفقاز کو ایک متحدہ سیاسی وحدت کی حیثیت سے دیکھنا چاہتے تھے اور زار کی سلطنت کو ایک ایسے وفاق میں تبدیل کرنا چاہتے تھے جس میں شمالی قفقاز کی ریاست کو مکمل آزادی حاصل ہو، لیکن یہ لوگ سیاست میں مذہبی اثرات کے خلاف تھے اور خاص طور پر مفتی نجم الدین کے بہت خلاف تھے جو اپنی سیاسی سوجھ بوجھ کی وجہ سے عوام میں بہت مقبول تھے اور دوسرے امام شامل بنتے جا رہے تھے اور جنگ کے زمانے میں تمام پہاڑی علاقوں اور خاص طور سے داغستان پر ان کا پورا اقتدار قائم تھا۔ ۱۹۱۹ء کے آخر میں جب جنرل دینیکن کے خلاف بغاوت پھیلی ہوئی تھی تو سوشلسٹ گروپ کے یہ لوگ شمالی قفقاز کی مرکزی دفاعی مجلس میں شریک ہو گئے لیکن انھوں نے کمیونسٹ پارٹی سے اپنا تعلق اب بھی چھپائے رکھا۔ جب سرخ فوجیں جنرل دینیکن کو شکست دے کر شمالی قفقاز کی طرف بڑھیں تو ان سوشلسٹ عناصر نے ان کے وعدوں پر یقین کر کے روسی کمیونسٹوں سے تعاون کیا اور چوں کہ قفقاز کی دفاعی مجلس منتشر ہو چکی تھی، اس لیے

ان کو باقی مجلس میں غلبہ حاصل ہو گیا اور ان کا رہنما سعید کزبک (KAZBEK) صدر مجلس ہو گیا۔ ۱۷ اپریل ۱۹۲۰ کو اس مجلس دفاع نے ایک اعلان جاری کیا جس میں پورے شمالی قفقاز کی متحدہ حکومت قائم کرنے کے عہد کے ساتھ یہ بھی کہا گیا تھا کہ تمام امور شریعت اور انقلاب کی اسپرٹ کے تحت حل کیے جائیں گے۔ اس اعلان پر سعید کزبک کے دستخط تھے۔ لیکن جب ۱۹۲۰ء کے اوائل میں سرخ فوجوں نے شمالی قفقاز پر غلبہ حاصل کر لیا تو کمیونسٹ اپنے وعدوں سے پھر گئے۔ پہلے مجلس دفاع پر کمیونسٹ پارٹی کی پالیسی اختیار کرنے کے لیے دباؤ ڈالا گیا اور پھر ۱۱ اپریل کو مجلس دفاع کو توڑ دیا گیا۔ مجلس کا نام انقلابی کمیٹی رکھا گیا اور اس سے غیر کمیونسٹ ارکان کو نکال دیا گیا۔ مجلس دفاع کے تحت جو فوجی دستے قائم کیے گئے تھے ان کو بھی توڑ دیا گیا۔ روسی کمیونسٹوں نے بھی پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کی سامراجی پالیسی اختیار کی۔ جنرل دے نیکن شمالی قفقاز کو مختلف لسانی وحدتوں میں تقسیم کرنا چاہتا تھا کیوں کہ اس کا یہ کہنا تھا کہ اگر شمالی قفقاز کے سارے قبائل متحد ہو گئے تو یہ روس کے لیے بڑا خطرہ ثابت ہوں گے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

"Unification of The Caucasion mosaic' is a weapaw always pointed against Russia".

جب روسی کمیونسٹوں کا اقتدار قائم ہوا تو انھوں نے بھی اپنے تمام وعدوں کو پس پشت ڈال کر اسی پالیسی پر عمل کیا۔ انھوں نے ۲۰ جنوری ۱۹۲۱ء کو پورے شمالی قفقاز کی جمہوریہ قائم کرنے کی بجائے دو جمہوریتوں کے قیام کا اعلان کیا۔ ایک داغستان کی خود مختار سوویٹ سوشلسٹ جمہوریہ اور دوسری گورسکایا کی پہاڑی جمہوریہ کی خود مختار سوویٹ سوشلسٹ جمہوریہ۔ ۱۹۲۴ء میں گورسکایا کی پہاڑی جمہوریہ کو ختم کر دیا گیا اور شمالی قفقاز کو ان چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر دیا گیا: (۱) چیچن انگش جمہوریہ (۲) شمالی آسی کی جمہوریہ (۳) کبردینو بلکار جمہوریہ۔ ان کے علاوہ شمالی قفقاز کے مغربی حصے کو دو خود مختار اضلاع میں تقسیم کر دیا گیا: (۱) قرہ چائی چرکس (۲) ایدگی۔ ان میں ضلع قرہ چائی چرکس کو صوبہ اسٹاوروپول (STAVROPOL) کا اور ضلع ایدگی کو صوبہ کراسنودار (KRASNODAR) کا حصہ بنا دیا گیا۔ داغستان کی جمہوریہ کو بھی وسط ایشیا اور آذربائیجان کی طرح مکمل خود مختاری نہیں دی گئی بلکہ اس کو روسی سوویٹ وفاقی سوشلسٹ جمہوریہ کے اندر خود مختار جمہوریہ کا درجہ دیا گیا۔ اس طرح شمالی قفقاز کو چھ حصوں میں بانٹ کر اس کی متحدہ قومی حیثیت ختم کر دی گئی۔

س کے علاوہ تمام اضلاع میں مقامی بولیوں کو ادبی زبانوں کی شکل دی گئی اور عربی رسم الخط بدل کر ان کے لیے
بن مختلف رسم الخط بنائے گئے اور ایک مشترکہ زبان قائم کرنے سے متعلق جو کمیٹی قائم کی گئی تھی، اس کو
توڑ دیا گیا ۔ ۵

جب خود مختار کمیونسٹوں نے شمالی قفقاز کو اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی پالیسی سے اختلاف کیا تو داغستان کمیونسٹ پارٹی کے ایک ضلعی سکرٹری نجم الدین سموسکی (SAMURSKY)، شمالی آسی جمہوریہ کی پارٹی کے ضلعی سکرٹری گزبک بوتاییف (BUTAYEV) اور کبردینو بلکار ضلعی کمیونسٹ پارٹی کے سکرٹری بیطال کالمیکوف (KALMYKOV) کو بورژوا قوم پرستی کے الزام میں ۱۹۳۰ء میں پھانسی دے دی گئی ۔ ۶

روسی کمیونسٹوں نے جبر و تشدد سے کام لے کر شمالی قفقاز پر اپنی حکومت تو قائم کر دی اور ایک پارٹی حکومت اور استبدادی نظام کے ذریعے غیر روسی باشندوں کی زبان بندی بھی کر دی تاکہ وہ جمہوری طریقے پر آزادی کا اظہار نہ کر سکیں اور آزادی کے ذریعے تحریک نہ چلا سکیں، لیکن اس طرح وہ مقامی باشندوں کے دلوں کو تسخیر نہیں کر سکے ۔ نفرت کی آگ اندر ہی اندر سلگتی رہی اور آزادی کا جذبہ پروان چڑھتا رہا ۔ ۱۹۴۲ء میں جب جرمن فوجیں کوہ قاف کے دامن تک پہنچ گئیں تو اس جذبے کے اظہار کا موقع اس طرح ملا کہ ان باشندوں نے آزادی حاصل کرنے کے لیے جرمنوں سے پورا تعاون کیا ۔ شمالی قفقاز کی بدقسمتی سے جرمنوں کو آخر میں شکست ہو گئی اور روسی کمیونسٹ اقتدار پھر بحال ہو گیا ۔ روس نے شمالی قفقاز کے باشندوں سے ان کے جذبۂ آزادی اور حصولِ آزادی کی تمنا کا انتقام اس طرح لیا کہ قرہ چائی چرکس اور

---

۵ اس کے علاوہ شمالی قفقاز کی تاریخ و ثقافت پر تحقیق کے لیے شہر روستوف میں جو انسٹی ٹیوٹ قائم تھا، اس کو توڑ دیا گیا اور اس کا ترجمان ماہنامہ (REVOLYUTSIYAI GORETS) بند کر دیا گیا ۔ شمالی قفقاز کا میوزیم بھی بند کر دیا گیا اور اس کی اشیا یا تو ماسکو بھیج دی گئیں یا علاقائی عجائب خانوں میں تقسیم کر دی گئیں ۔

۶ برسبی بلے طوغان لکھتے ہیں کہ دوسری عالمی جنگ سے پہلے بیطال کالمیکوف پہلے مقامی شخص تھے جن کو ضلعی کمیونسٹ پارٹی کا سکرٹری بنایا گیا تھا، ورنہ یہ تمام عہدے روسیوں کے پاس تھے ۔ باقی دو ۱۹۳۰ء میں سکرٹری بنائے گئے تھے اور اسی سال ختم کر دیے گئے ۔

چیچن انگش کی ساری مسلمان آبادی کو ۱۹۴۴ء میں سائبیریا اور روس کے مختلف حصوں میں منتشر کر دیا اور اس طرح ان دونوں علاقوں کو کیمیا کی طرح خالص روسی آبادی کے علاقوں میں تبدیل کر دیا۔

روسی کمیونسٹوں نے شمالی قفقاز کو صرف ٹکڑے ٹکڑے ہی نہیں کیا بلکہ انھوں نے روسی باشندوں کو لاکر وہاں کی زمینوں پر آباد کرنے کی زارشاہی پالیسی پر بھی عمل کیا۔ زار کے دور میں اس پالیسی کے تحت شمالی قفقاز کے وسیع علاقوں سے جو اب صوبہ استاوروپول اور صوبہ کرسنودار کے حصے ہیں، مقامی باشندوں کو نکال کر اور ان کی جگہ روسیوں کو آباد کر کے روسی اکثریتی آبادی میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ اب کمیونسٹ حکومت بھی باقی علاقوں میں آبادی کو بین الاقوامی اور وسیع المشربی معاشرے کی شکل دینے کے دعوے کے تحت اسی پالیسی پر گامزن ہے۔ ۱۹۳۹ء تک شمالی قفقاز کے کسی حصے میں مقامی آبادی کا تناسب ۶۷ فی صد سے کم نہیں تھا۔ چیچن انگش میں یہ تناسب اسی فیصد اور داغستان میں نوے فیصد تھا، لیکن ۱۹۵۹ء میں یہ تناسب داغستان میں ۶۹ فیصد، کبار دینو بلکار میں ۵۳ فیصد، شمالی اسی میں ۴۸ فیصد، چیچن انگش میں ۴۱ فیصد، قرہ چائی چاکس میں ۳۹ فیصد اور ایدگی میں صرف بیس فیصد رہ گیا۔ ۱۹۵۷ء میں جلاوطن باشندوں کو واپس آنے کی اجازت مل گئی لیکن ۱۹۵۹ء تک تین لاکھ قرہ چائی چرکس اور چیچن انگش باشندے واپس نہیں آئے تھے۔ اس طرح اہلِ وطن اپنے ہی وطن میں اقلیت بنا دیے گئے[۵]

---

[۵] اسٹڈیز آن دی سوویٹ یونین ۱۹۷۱ء شمارہ ۱، مضمون شمالی قفقاز